سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آغازِ رسالت

نام کتاب	:	آغاز رسالت
مرتبہ	:	امۃ الباری ناصر
سن اشاعت	:	2008
تعداد	:	3000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان۔143516 ضلع گورداسپور۔پنجاب۔بھارت
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
قیمت	:	20روپے

ISBN : 978-81-7912-187-0

پیش لفظ

لجنہ اماء اللہ کراچی پاکستان نے صدسالہ جشن تشکر کے موقعہ پر احباب جماعت کی معلومات اور بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے کم از کم سو کتب شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جس کے تحت مختلف افراد کی طرف سے مرتب کردہ یا تصنیف کردہ کتب شائع کی گئیں۔ یہ کتب نہایت آسان اور عام فہم سادہ زبان میں لکھی گئیں تا کہ ہر کوئی آسانی سے اسے سمجھ سکے۔ ان میں سے کتابچہ ''آغاز رسالت'' خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی سال میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی منظوری سے شعبہ نشرواشاعت کے تحت شائع کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور نافع الناس بنائے۔

برہان احمد ظفرؔ
(ناظر نشرواشاعت قادیان)

سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آغاز رسالت

مرتبہ

امۃ الباری ناصر

شائع کردہ: نظارت نشرو اشاعت
قادیان 143516 ضلع گورداسپور۔ (پنجاب) بھارت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کو جشنِ تشکر کے سلسلے کی پینسٹھویں کتاب پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ کتاب بچوں کے لئے سیرۃ نبویؐ کے موضوع پر چھوٹی چھوٹی کتابوں کے سلسلے کی دسویں کتاب ہے جس کا نام ہے

"سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفٰےصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آغاز رسالت"

ہم اپنے اشاعتی منصوبے کی پیش رفت میں اظہار تشکر کرتے ہوئے مرحومہ حور جہاں بشریٰ داؤد غفرلہا کو دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں جن کی دلی خواہش کی تکمیل کے لئے ان کے بعد عزیزہ امۃ الباری ناصر کام کو آگے بڑھا رہی ہیں۔

اس کتاب میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اُس حصّہ کے متعلق بتایا گیا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے آپؐ کو رِدائے رسالت سے سرفراز فرمایا اور اصلاحِ عالم کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں اور گزشتہ انبیاء کی پیشگوئیوں کا ظہور کچھ اس طرح ہوا کہ غارِ حرا میں جبرائیل علیہ السلام نے خدائے واحد لاشریک کا پیغام پہنچایا۔

پڑھ اپنے خدا کے نام سے ......

آپؐ پر بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی۔ آپؐ گھبرائے مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آپؐ یہ ذمہ داری اُٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اور سخت مخالفتوں کے باوجود آپؐ نے کامیابیوں کے ساتھ رسالت کا حق ادا کیا۔ ہم اسی شان والے نبیؐ کی اُمّت ہیں۔ ہمیں ان سب واقعات سے آگاہ رہنا چاہیئے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ خود بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں اور خصوصاً بچوں کو پڑھنے کے لیے دیں۔ تاکہ وہ جان سکیں کہ خدا تعالیٰ کیسے اخلاق و اوصاف والے پیاروں کو پسند فرماتا ہے اور اپنی رضا اور لقاء سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حصولِ رضائے الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ اور ان کی معاونات ہم سب کی دعاؤں کی مستحق ہیں جن کی محنت سے یہ روحانی مائدہ قارئین تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم سے نوازے آمین

آغازِ رسالت

غارِ حرا اور پہلی وحی

حجر اسود نصب کرتے وقت قریشِ مکہ کے سب قبیلوں کے اہم لوگوں نے حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلہ پر رضامندی اور خوشنودی کا اظہار کر کے آپؐ کے اخلاق و کردار کے پاکیزہ ہونے کی گواہی دی۔ ایک یتیم بچہ جو اُن کے سامنے پَلا بڑھا تھا۔ سب کی آنکھ کا تارا تھا اُس کی پیاری عادتوں سے سب واقف تھے۔ اور عام طور پر ذکر بھی ہوتا کہ محمدؐ بہت امانت دار ہیں سب لوگ آپؐ کی اس خوبی سے خوب واقف تھے اگر صرف اتنا کہا جاتا کہ "امین آرہا ہے" تو سب کے علم میں ہوتا کہ دراصل محمدؐ آرہے ہیں۔ جن کی نمایاں ترین خوبی امانت و دیانت ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی علم تھا کہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ "امین" کے ساتھ "صادق" بھی نام کی طرح مشہور تھا۔ محمدؐ جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ بات نہ صرف آپؐ کے رشتہ دار یا چاہنے والے جانتے تھے بلکہ دشمن بھی اعتراف کرتے تھے حتّٰی کہ آپؐ کا سب سے بڑا جانی دشمن ابوجہل بھی اس خوبی سے واقف تھا۔ آپؐ کے زمانہ نبوت میں ایک دفعہ اُس نے کہا۔

"اے محمدؐ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس بات کو جھوٹا کہتے ہیں جو تو لایا ہے۔" (ترمذی)

ہرقل شاہ روم کے سامنے ابوسفیان نے گواہی دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (بخاری کتاب بدء الوحی)

ایک اور جانی دشمن النضر بن حارث نے کہا۔

"محمدؐ تم میں ہی ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا تھا اور وہ تم سب سے زیادہ راست گو تھا اور سب سے زیادہ امین تھا۔ اور اس کے متعلق تمہاری یہی رائے تھی حتیٰ کہ جب تم نے اس کی زلفوں میں سفیدی دیکھی اور وہ بڑھاپے کو پہنچا اور وہ تمہارے پاس وہ کچھ لایا جو وہ لایا تو تم یہ کہنے لگے کہ وہ ساحر ہے اور جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم وہ جھوٹا اور جادوگر ہرگز نہیں۔"

(شفا قاضی عیاض و ابن ہشام)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں امانت اور صداقت کے ساتھ اعلیٰ اخلاق و کردار کی ہر خوبصورتی اپنی انتہائی بلند سطح تک جمع کر دی تھی۔ اچھی اچھی باتیں آپؐ کو کوئی سکھاتا نہیں تھا۔ آپؐ کا دل ہی ایسا تھا کہ اس میں سیدھی سچی صاف اور ستھری باتیں ہی آتی تھیں۔ آپؐ ایسے لوگوں میں رہتے تھے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر آپؐ کا دل کہتا کہ یہ غلط ہے۔ معبود صرف ایک ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک خدا کو ماننے والے تھے۔ آپؐ جب اپنے دوستوں میں بیٹھتے تو اپنی سوچ کے مطابق باتیں کرتے۔ آپؐ کے دوستوں میں ایک عبداللہؓ بن ابی قحافہ ابوبکر تھے۔ (جو بعد میں آپؐ کے خلیفہ اوّل بنے) ایک دوست حکیم بن حزام تھے جو آپؐ سے بہت محبت رکھتے تھے اور اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی بہت اچھی دوستی تھی۔ آپؐ

کے لئے عمدہ عمدہ تحفے لایا کرتے تھے۔ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ ایک دوست زید بن عمرو تھے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کے ایک ہونے کے قائل تھے۔ یعنی دینِ ابراہیمی پر قائم تھے (زمانۂ اسلام سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا)۔

آپؐ اپنے دوستوں سے باتیں کرتے کہ آپؐ کو بتوں کی پوجا پسند نہیں۔ آپؐ کے دوست اور دوسرے جاننے والے آپؐ کی باتوں کو سنتے کبھی مان جاتے کبھی نہ ملتے مگر ایسا ہوتا کہ جہاں بھی بات ہوتی وہ اس بات کا ذکر کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک ہے اُسی کو سب طاقتیں ہیں۔ اُس کے علاوہ کسی کو کچھ دینے والا یا مالک تصور کرنا غلط ہے۔ باتیں سچی تھیں اس لئے دلوں پر اثر کرتیں چند دوستوں ورقہ، زید اور عثمان بن حویرث کو خیال آیا کہ پتھر کے بتوں کے آگے، جو کوئی سمجھ نہیں رکھتے، سر جھکانا بے فائدہ ہے بلکہ حماقت ہے۔ چنانچہ سب اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حقیقی خدا کی تلاش میں نکلے۔ ورقہ اور عثمان تو عیسائیت سے متاثر ہو کر عیسائی ہو گئے اور زید یہ کہتے کہتے مر گئے کہ

"اے خدا اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ تجھ کو کس طرح پوجنا چاہیئے تو میں اُسی طریقے سے تجھ کو پوجتا۔"

(سیرۃ النبیؐ شبلی ص ۲۰۰)

ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جھوٹے خداؤں سے بیزاری کی لہر پیدا ہو رہی تھی۔ اس لہر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تجارتی سفروں میں یہودیوں، عیسائیوں اور مکہ کے بُت پرستوں کا آپس میں میل جول رہنا۔ ایک دوسرے کے عقائد اور ان کی اخلاقی حالت

کا علم ہوتا۔ ہر طرف خدا تعالیٰ سے دوری کی وجہ سے مذاہب میں کھوکھلا پن آگیا تھا۔ گندے رسم و رواج کو مذہب کا نام دیا جاتا۔ اچھائی اور بُرائی کا تصور بدل گیا تھا۔ اُس معاشرے میں نمایاں اور ممتاز وہ نہیں ہوتا تھا جس کے خیالات پاک ہوں بلکہ قدر کی نگاہیں اُس طرف اُٹھتی تھیں جو گمراہی میں تیز قدم ہو۔ شرک کی کوئی انتہا نہ تھی۔ صرف خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ ان بتوں کے الگ الگ نام اور کام تھے۔ اُن کے دن منائے جاتے۔ قربانیاں دی جاتیں اور گانے بجانے کی محفلیں منعقد کی جاتیں۔ عیسائیوں کے شرک کا یہ حال تھا کہ فانی انسانوں کو خدا کا درجہ دے دیا تھا۔ اور اس طرح تین خداؤں کو مانتے تھے۔ یہودیوں نے بھی ایک نبی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ یہودیوں نے تو اللہ تعالیٰ کی اتنی نافرمانیاں کی تھیں کہ خدا کے پکے مجرم بن گئے تھے۔

مذہب کے نام پر جلنے والے سارے چراغ بُجھ چکے تھے۔ روشنی کی جو کرن دینِ ابراہیمیؑ کے نام سے زندہ تھی۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم اسی دین پر قائم تھے۔ ایک زندہ اور قادر خدا جس کا گھر خانہ کعبہ ہے جس کا پیغام سب مذاہب کی اصلی تعلیم میں ملتا ہے۔ وہ حي وقیوم، واحد لاشریک خدا کہاں ہے کیسے مِل سکتا ہے۔ اگر وہ معبودِ حقیقی مل جائے تو بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھا راستہ دکھایا جاسکتا ہے۔ ساری دُنیا کے سارے دکھوں کا علاج اُس معبود کو پانے میں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ مِل جائے تو اُس سے پوچھا جائے کہ انسانوں کے دلوں سے گند کیسے دُور کیا جاسکتا ہے ہر طرف ظلم اور ظلمت کے اندھیروں کو کس طرح نور سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ آپؐ اپنے اردگرد کی ہر جھوٹی خراب اور بے معنی رسم کے خلاف تھے۔ بتوں پر چڑھاوے چڑھائے

جاتے۔ اُن کے نام کے کھانے پکتے سب بانٹ بانٹ کر کھاتے مگر آپ ایسے کھانوں کو ہاتھ بھی نہ لگاتے۔ شراب حرام ہونے کا حکم تو آپؐ کی نبوت کے بعد آیا تھا مکہ کے لوگ پانی کی طرح شراب پیتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے خود بخود آپ کے دل میں اُس گندی چیز کے لئے نفرت ڈال دی۔ آپؐ نے کبھی شراب نہ پی تھی۔

(سیرت الحبیبہ باب ماحفظہ اللہ)

آپ کا دل اتنا پاک تھا کہ آپ فطری طور پر نیک باتوں کو پسند فرماتے۔ مکہ میں عورتوں کی عزت نہیں کی جاتی تھی۔ غریبوں کے حق مار کر اُس پر فخر کیا جاتا۔ بیماروں اور ناداروں کی خدمت کرنا بےکار کام سمجھتے۔ جبکہ آپؐ کو سب انسانوں سے خاص طور پر اُن بےچاروں سے جو کسی دُکھ میں مبتلا ہوں۔ زیادہ ہمدردی ہوتی۔ آپؐ کسی کو تکلیف میں دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ کوشش فرماتے کہ آپؐ کی ذات سے دوسروں کو آرام پہنچے۔ آپ لوگوں کی بےحسی پر غمزدہ ہو جاتے اور ایسے طریقے سوچتے جن سے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔

جاتے اور ایسے طریقے سوچتے جن سے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔

ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک بلند تر وجود کا خوف ہو کہ اگر برائی کریں گے تو پکڑ بھی ہو گی سزا بھی ملے گی۔ بلند ہستی یعنی خدا تعالیٰ نے یہ دنیا کیوں پیدا کی یہ سورج چاند، ستارے سارا نظام کیوں بنایا۔ دن اور رات کیسے بنے کس لئے بنے۔ کس کے لئے بنے۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ اُس سے تعلق کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اُس سے پوچھا جائے کہ بندے آپس میں پیار سے کیسے رہ سکتے ہیں۔ آپؐ ہر وقت غور و فکر میں رہتے۔ اور دُعائیں کرتے کہ معبود مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ ان دعاؤں اور ذہن میں اُٹھنے والے سوالات کے جوابات پر سوچنے کے لئے

آپؐ تنہا بیٹھنا پسند فرماتے۔ گھر میں تو کوئی نہ کوئی بات ہوتی رہتی ہے۔ شہر میں گہما گہمی رہتی ہے۔ گلی کوچوں میں آنا جانا اور شور شرابا ہوتا ہے۔ آپؐ کو ان رونقوں سے زیادہ دلچسپی اُن نئی نئی باتوں میں تھی جو اللہ تعالیٰ آپؐ کو سمجھا رہا تھا۔ قدرت نے گویا ایک سکول کھول دیا تھا۔ زمین و آسمان کی حقیقتوں سے پردے اُٹھ رہے تھے۔ ہر دن ہر رات رازِ فطرت زیادہ کُھل کر سامنے آنے لگا۔ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی کڑی ملنے لگی۔ ہر نیا انکشاف خدائے واحد کی طرف اشارہ کرتا۔ معبودِ حقیقی کو پہچاننے اور جاننے کی لذت ایسا نشہ تھا جس میں آپؐ زیادہ سے زیادہ ڈوب جانا چاہتے تھے۔ دُنیا اور دُنیا کی دلچسپیاں آپ کی نگاہوں میں بے حقیقت ہوتی جارہی تھیں۔ آپ الگ تھلگ ہوکر اپنے معبود کی یاد میں وقت گزارنا پسند فرماتے۔ مکہ کی بستی سے ذرا فاصلے پر کوہِ حرا پہ بیٹھ جاتے ایسی تنہائی کی تلاش میں جہاں صرف آپؐ ہوں اور آپ کا معبود۔ آپؐ کو اس پہاڑ پر ایک غار مل گئی۔ اس غار میں آپؐ کو وہ خاموشی اور تنہائی مل گئی جس کی آپ کو تلاش تھی۔ مکہ سے منٰی کی طرف جاتے ہوئے کوہِ حرا پر چڑھیں تو اُس کی بلندی تک چڑھ کر دوسری طرف اُتر کر یہ ایک چھوٹی سی غار ہے جس میں ایک آدمی پورے قد سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ دو بڑی بڑی چٹانیں آپس میں اُوپر سے اس طرح مل گئی ہیں کہ ہٹ HUT کی شکل کی چھت بن گئی ہے۔ فرش ظاہر ہے پتھروں کا ہے۔ کوئی آرام دہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ مگر آپؐ کو آرام اپنے محبوب خدا کی یاد میں ملتا تھا۔ آپؐ یادِ الٰہی میں اس قدر کھو جاتے کہ وقت گزرنے کا بھی احساس نہ ہوتا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی محویت کو دیکھا تو حُسنِ تدبر سے گھر کی ہر ذمہ داری سے آپؐ کو سبکدوش کر دیا۔ آپؐ کے غارِ حرا میں قیام کا عرصہ طویل ہونے لگا تو آپ ایسا کھانا تیار کر کے ساتھ کر دیتیں جو زیادہ دیر

محفوظ رہ سکے اور سردی گرمی کا اُس پر اثر نہ ہو۔ خوراک ختم ہونے پر حضورؐ گھر تشریف لے آتے تو وہ اگلے قیام کے لئے کھانا تیار کر دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مل کر غارِ حرا میں اعتکاف کی نذر مانی۔

(الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صد ۲۲۶ ترجمہ)

غارِ حرا کی عبادت کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

"اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہلِ دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپؐ اس تنہائی میں ہی پوری لذّت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو۔ آپؐ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے جب خدا تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آجاتی ہے۔ اس لئے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہلِ دُنیا بزدل ہوتے ہیں۔ اُن میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔"

(ملفوظات جلد چہارم صد ۳۱۷)

"آپؐ کی پہلی عبادت وہی تھی۔ جو آپؐ نے غارِ حرا میں کی۔ جہاں کئی کئی دن ویرانہ پہاڑی کی غار میں جہاں ہر طرح کے جنگلی جانور اور سانپ چیتے وغیرہ کا خوف ہے دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت کرتے تھے اور

دُعائیں مانگتے تھے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک طرف کشش بہت بڑھ جاتی ہے تو دوسری طرف کا خوف دل سے دُور ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات چہارم صہ ۳۲۲)

"آپؐ نے غارِ حرا میں کیسے کیسے ریاضات کئے۔ خدا جانے کتنی مدت تک تضرعات اور گریہ و زاری کیا کئے۔ تزکیہ کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں اور سخت سے سخت محنت کیا کئے تب جا کر کہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے فیضان نازل ہوا..... اصل بات یہی ہے کہ انسان خدا کی راہ میں جب تک اپنے اوپر ایک موت اور حالتِ فنا وارد نہ کرلے تب تک اُدھر سے کوئی پرواہ نہیں کی جاتی البتہ جب خدا دیکھتا ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے کمال کوشش کی ہے اور میرے پانے کے واسطے اپنے پر موت وارد کرلی ہے تو پھر وہ انسان پر خود ظاہر ہو جاتا ہے اور اُس کو نوازتا اور قدرت نمائی سے بلند کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صہ ۵۰۷)

قرآنِ کریم نے اس کیفیت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: ۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی تلاش میں سرگردان و حیران پایا پس اُس نے تجھ کو اپنی طرف آنے کا راستہ بتا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے اپنے ہونے کے ثبوت دینے پہلے آپؐ کو خواب میں ایسے نظارے دکھائے جو صبح ہونے پر صبح کے سورج کی طرح روشن انداز میں پورے ہو جاتے۔ خواب میں مستقبل کی خبریں دیں جو اُسی طرح پوری ہو جاتیں۔ آپؐ کا دل حمد

سے بھر جاتا۔ ہر نظارہ، ہر خواب آپؐ کو خدا تعالیٰ سے قریب تر لے جاتا۔ آپؐ پورے کے پورے اللہ تعالیٰ میں محو ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان بابرکت دنوں کا ذکر اس طرح کرتی ہیں۔

"جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند کرنے اور آپؐ کو شرف و بزرگی عطا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے جس چیز سے نبوت کی ابتدا ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ آپؐ جو بھی خواب دیکھتے وہ اس طرح روشن ہو کر حقیقت بن جاتا جیسے صبح کی تابندگی اور روشنی ہوتی ہے۔ کوئی شخص بھی ان خوابوں پر شک نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ کوئی شخص صبح کی روشنی اور نورانی کرنوں کے سامنے آنے پر ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک جگہ یہ لفظ ہیں کہ آپؐ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ بات بالکل اسی طرح حقیقت میں بھی سامنے آجاتی۔"

ان سچے خوابوں، رویائے صالحہ سے آپؐ کا ان دیکھے خدا پر ایمان مزید مضبوط ہو جاتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے اُس پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا جو فرشتہ وحی کی صورت میں لے کر آنے والا تھا۔

جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو ایک دن عجیب نظارا دیکھا۔ آپؐ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ رمضان المبارک کا بھی آخری عشرہ تھا۔ پیر کا دن تھا۔ (۲۴ رمضان المبارک ۲۰ اگست ۶۱۰ء) اچانک آپؐ کے سامنے ایک ایسی ہستی آگئی جسے آپؐ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ہستی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ حضرت جبرائیلؑ تھا۔ جو مضبوط جسم والے انسان کی شکل میں آپؐ کے

سامنے ظاہر ہوا۔ فرشتے نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اِقْرَأْ

یعنی مُنہ سے بول میری بات دہرا اور پھر اُسے لوگوں تک پہنچا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

مَا اَنَا بِقَارِئٍ

میں تو پڑھ نہیں سکتا۔ یعنی میں تو خود کو اتنا بڑا کام کرنے کے قابل نہیں سمجھتا۔

فرشتے نے یہ جواب سُنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو پکڑا اور زور سے سینے سے لگا لیا اور پھر چھوڑ کر کہا۔

اِقْرَأْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھر وہی جواب دیا۔

فرشتے نے آپؐ کو پھر پکڑا اور زور سے سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا۔

اِقْرَأْ

مگر آپؐ کا وہی تأمل تھا اس پر اُس ربانی رسول نے آپؐ کو تیسری دفعہ بھینچا۔ گویا اپنی انتہائی کوشش سے آپؐ کے دل پر اثر ڈالا۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُھْدُ میری مقابلہ کی طاقت ختم ہو گئی۔ فرشتے کو تسلی ہو گئی کہ اب آپؐ خود کو اس پیغام کے لئے آمادہ کر لیں گے۔ آپ کو چھوڑا اور اللہ پاک کا لایا ہوا پیغام آپؐ کو پڑھایا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

پڑھ یعنی مُنہ سے بول یا لوگوں تک پہنچا اپنے رب کا نام جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا اُس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے۔ ہاں پڑھ تیرا رب بہت عزت اور شان والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ سکھایا اُس نے انسان کو وہ کچھ جو وہ جانتا نہ تھا۔

(استفادہ سیرت خاتم النبیین صہ ۱۱۸،۱۱۷، بخاری کتاب بدء الوحی)

آپؐ اس پیغام اور اس کے ساتھ عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنی خاکساری کی وجہ سے خیال تھا کہ مَیں تو ایک عاجز بندہ ہوں پھر پڑھا لکھا بھی نہیں شان والے رب کا پیغام صحیح طریق پر پہنچا بھی سکوں گا یا نہیں۔ اسی لئے آپؐ نے دو مرتبہ اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا۔ مگر جب آپؐ کو اندازہ ہوا کہ اللہ پاک آپؐ کو یہ کام سپرد فرمانا چاہتا ہے تو آپؐ نے اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا تابع بنا دیا اور بڑی فرمانبرداری سے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا۔ آپؐ جانتے تھے کہ وہ اپنے بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور جس سے کام لینا ہو۔ اُس میں اپنے فضل و احسان سے صلاحیت اور شجاعت پیدا فرما دیتا ہے۔

تاہم اس بڑی ذمہ داری کی آپؐ پر گھبراہٹ تھی۔ اجنبی سے ملاقات، محبوب خدا کا پیغام اور ذمہ داری سب پہلی دفعہ ہوا تھا۔ آپؐ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آپؐ کو ایک طرح کا خوف محسوس ہوا۔ آپؐ جلدی جلدی گھر تشریف لائے۔

حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو دیکھا تو معمول سے قدرے تاخیر سے آنے پر گھبراہٹ

کا اظہار کیا۔

اے ابوالقاسم آپ کہاں تھے قسم ہے خدا کی میں نے آپ کی تلاش میں آدمی بھیجے یہاں تک کہ وہ مکہ کی بلندیوں سے ہو کر واپس بھی آگئے۔

آپ نے بے چینی سے فرمایا۔

زَمِّلُوْنِیْ، زَمِّلُوْنِیْ

مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کی حالت دیکھی تو جلدی سے کپڑا اوڑھا دیا اور پاس بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے اطمینان محسوس فرمایا۔ تو فرشتے کے آنے اور آپ پر بہت عظیم ذمہ داری ڈالنے کا سارا ماجرا سنایا۔ آپؐ نے فرمایا۔

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

مجھے تو اپنے نفس کے متعلق ڈر لگنے لگا ہے۔ مجھے جو پیغام دیا گیا ہے بڑا بوجھل کام ہے۔ مجھے لگتا ہے مجھے سخت محنت کرنا ہوگی۔ بہت مشکل واقعات پیش آئیں گے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کی سب باتیں اطمینان سے سُنیں۔ اُن کو اندازہ تھا کہ اُن کا شوہر کوئی معمولی انسان نہیں۔ لمحے لمحے کے ساتھ جو سکینت اور اطمینان اور دلی خوشی اُن کو میسر آتی تھی۔ وہ ایک خدا نما نورانی ہستی سے ہی ممکن تھی۔ اسی وجہ سے وہ آپؐ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ بیوی سے زیادہ کسی کو کون سمجھ سکتا ہے اور وہ تو مکہ کی عقلمند ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ بڑے سکون سے بڑی محبت سے اور بڑے مان سے آپؐ نے کہا۔

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا۔ اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ۔

وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

(بخاری کتاب بدء الوحی)

نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ آپؐ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ آپؐ خوش ہوں۔ خدا کی قسم اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ رشتے داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ ہر سچی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ بے سہارا لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں۔ نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں۔ وہ اعلیٰ اخلاق جو دنیا سے مٹ چکے ہیں ان کو اپنے اندر جمع کیا ہے۔ ہمیشہ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسے مصائب میں مبتلا ہوں جن میں اُن کی شرارت کا دخل نہ ہو بلکہ حوادثِ زمانہ سے اُن کو تکلیف پہنچی ہو۔ آپؐ اُن کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو تکلیف میں نہیں ڈالے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کی جن خوبیوں سے آپؐ کی قدردان تھیں سب کا ذکر کر کے تسلی دی کہ جس شخص میں یہ خوبیاں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ ضرور دے گا پھر مزید تسلّی کے لئے اور حوصلہ بڑھانے کے لئے آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل مذہبی علوم سے واقف تھے۔ توریت اور انجیل کے مترجم تھے۔ الٰہی کلام کے انداز کو خوب سمجھتے تھے۔ اگرچہ ضعیف ہو چکے تھے۔ بینائی بھی باقی نہ تھی تاہم وہ وقت کی اداؤں کو پہچانتے تھے کہ عظیم الشان موعود نبی کے آنے کا وقت ہو چکا ہے۔ آپؐ کی زبانِ مبارک سے سارا ماجرا سُن کر کہا۔

”یہ تو وہی پیغام ہے جو حضرت موسیٰؑ کو ملا تھا۔ کاش میں اِس وقت (یعنی آپؐ کے نبی بننے کے وقت) جوان ہوتا۔ کاش میں اُس وقت زندہ

ہونا۔ جب تیری قوم تجھے نکال دے گی۔"

عجیب بات تھی ابھی خدیجہؓ آپؐ کی خوبیوں کا ذکر کر رہی تھیں۔ آپؐ کو خود بھی علم تھا کہ آپ کبھی کسی کو تکلیف دیتے ہیں نہ تکلیف میں دیکھ سکتے ہیں پھر یہ ورقہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپؐ نے حیرت سے فرمایا۔

اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔

ورقہ نے کہا

"ہاں تیری قوم تجھے نکال دے گی کیونکہ آج تک کوئی شخص اُس تعلیم کو لے کر نہیں آیا جس تعلیم کو تو لے کر کھڑا ہوا ہے۔ مگر اُس کی قوم نے اُس کی ضرور دشمنی کی ہے۔ اگر مجھے بھی وہ دن دیکھنا نصیب ہوا جب تم اپنی قوم کے سامنے اس تعلیم کا اعلان کرو گے اور قوم تیری شدید مخالفت کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ تجھے اس شہر میں سے نکال دے گی تو میں تیری مدد کروں گا۔ (بخاری باب بدءالوحی)

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ورقہ بن نوفل فوت ہو گئے مگر وہ یہ سعادت حاصل کر گئے کہ تائید کرنے والوں میں سر فہرست رہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تحقیق کر کے بتایا ہے کہ اِقْرَأْ کے بعد سورۃ "ن والقلم" اور سورۂ مزمل نازل ہوئی۔ پھر وحی کا سلسلہ رُک گیا۔ (تفسیر کبیر جلد دہم ص۲۲۴)

حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہ عرصہ چالیس دن بیان ہوا ہے۔

(زرقانی جلد ۱)

وحی کا سلسلہ رک جانے اور عظیم الشان کام کی اہمیت کے احساس سے آپؐ فکر مند رہتے۔ فرائض کی بجا آوری میں پورا اُترنے کا بوجھ بھی تھا۔ طبیعت کا انکسار اور عاجزانہ مزاج اس کیفیت میں خوف اور مایوسی کا رنگ بھر دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور غناء کو دیکھتے ہوئے کوتاہی ہو جانے کے ڈر سے ناراضگی کا ڈر بھی تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ کو کشفی نظاروں میں دکھائی دیتا کہ آپؐ پہاڑ کی چوٹیوں سے خود کو گرانا چاہتے ہیں۔ ایسے میں فرشتہ آواز دیتا۔

یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ اَنْتَ رَسُولُ اللّٰہِ حَقًّا

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ تو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

اس آواز سے آپ اپنا ارادہ ترک فرما دیتے۔ (بخاری کتاب التعبیر)

آپؐ کا وقت زیادہ تر غارِ حرا ہی میں گزرتا۔ ایک دن آپؐ حرا سے اپنے گھر واپس آرہے تھے کہ اچانک ایک آواز آئی گویا کوئی شخص آپ کو مخاطب کر رہا ہے۔ آپؐ نے آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ آخر آپؐ نے اوپر نظر اُٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک عظیم الشان کرسی پہ وہی فرشتہ بیٹھا ہے جو غارِ حرا میں آپؐ کو نظر آیا تھا۔ آپؐ نے یہ نظارا دیکھا تو سہم گئے اور گھبرائے ہوئے جلدی جلدی گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔

دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ

مجھ پہ کوئی کپڑا ڈھانک دو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جلدی سے کپڑا اوڑھا دیا۔ آپؐ کپڑا اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ایک پُر جلال آواز آپؐ کے کانوں میں آئی۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

اے چادر میں لپٹے ہوئے شخص اُٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو خدا کے نام پر بیدار کر۔ اُٹھ اور اپنے رب کی بڑائی کے گیت گا اپنے نفس کو پاک صاف کر اور ہر قسم کے شرک سے پرہیز کر۔"

(بخاری ابواب التفسیر و باب بدء الوحی)

اس کے بعد وحی کا سلسلہ برابر جاری ہو گیا۔

نبوت کے پیغام کے ساتھ آپؐ پر نماز فرض ہوئی۔ آپؐ مکہ کے بلند حصے میں تھے۔ جہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت جبرئیل نے وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسی طرح وضو کیا۔ بعد ازاں حضرت جبرائیل نے آپؐ کو ساتھ لے کر نماز پڑھی اور غائب ہو گئے۔ (اس کشفی نظارہ کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اُن کے سامنے وضو کیا اور ساتھ لے کر اُسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضرت جبرائیلؑ نے پڑھی تھی۔ (ابن ہشام)

اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہاں پہلی مسلمان عورت ہونے کا اعزاز حاصل ہوا وہاں پہلی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپؓ اس لحاظ سے بھی ممتاز ہیں کہ پہلی مبلغ عورت ہیں۔ ورقہ بن نوفل اور بصرہ کے بحیرا راہب کو آپؓ نے ہی نبوت کے ظہور کی اطلاع دی۔

(سیرت حلبیہ جلد ۱ صـ ۳۹۴ تالیف علی بن برہان الدین الحلبی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو خواتینِ جنت کی سردار فرمایا۔

(جامع الصغیر للسیوطی جلد ۲ صـ ۲)

ایک بار حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو بتایا کہ خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں۔ آپؐ ان کو خدا کا اور میرا سلام پہنچا دیں۔

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۲۰)

ایک موقع پر حضرت جبرائیل نے آپؐ کو فرمایا۔ "خدیجہؓ کو جنت کے ایک ایسے گھر کی بشارت سُنا دیجئے جو موتیوں کا ہو گا۔"

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۳۸)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رفاقت نے آپؐ کو بڑا حوصلہ دیا۔ آپؐ اس بہت بڑی ذمہ داری کے متعلق سوچتے کہ کس طرح مکہ میں اپنے اردگرد غافل جاہل لوگوں کو بیدار کر کے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیں ابتداء میں آپؐ نے بڑی حکمت سے اپنے قریبی احباب کو تبلیغ حق کا منصوبہ بنایا۔

مکہ کے امین و صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سب سے پیارے نبی، انسانوں میں سب سے بہتر اور نبیوں میں سب سے افضل خاتم النبیین کس طرح انسانوں کو خدا سے ملاتے ہیں۔ کس طرح سخت دشوار حالات سے گذرتے ہیں۔ یہ عزم حوصلے استقلال کی دردناک مصائب سے پُر کہانی ہم آپ کو تفصیل سے سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت فضل اور احسان کے نظارے دیکھیں گے اور دل سے درود پڑھتے رہیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ